عید کا خطبہ

عید کی نماز کے بعد خطبہ اور وعظ کہنا سنت ہے مردوں کے بعد عورتوں کے مجمع کے پاس پردہ سے باہر کھڑا ہوکر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے اور صدقہ و خیرات پر برانگیختہ کرے بعض ائمہ کے نزدیک عید کا خطبہ سننا ضروری ہے سنت کے مطابق خطبہ سنکر واپس ہونا چاہیئے امام کو چاہیئے کہ سامعین کی زبان میں صدقہ و خیرات اتفاق واتحاد و اخلاص وغیرہ پر برانگیختہ کرنیکے علاوہ اہم اور ضروری وقتی مسائل اور ضروریات پر خطبہ سنائے ۔

شش عیدی روزے

رمضان کے روزے پورے کرنے بعد عید کے متصل ہی یا دو چار روز کے بعد شوال ہی کے مہینے میں پے درپے یا ناغہ کرکے چھ روزے رکھنے سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال فذلک صیام الدھر (مسلم وغیرہ) سال بھر کے روزوں کا ثواب ملنے کی وجہ یہ ہے کہ قانون الہی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا کے مطابق ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے تو رمضان کے تیس روزوں کا ثواب تین سو دن کا ثواب ہوگا گویا تیس روزے قائم مقام دس مہینے کے روزوں کے ہوئے اور تیس روزے رکھنے سے دس مہینے کے روزوں کا ثواب ملا اب اسی قانون الہی کے مطابق شش عیدی روزے ساٹھ روزوں کے قائم مقام ہوئے اور چھ روزوں سے دو مہینے کے روزوں کا ثواب ملا معلوم ہوا کہ رمضان اور شش عیدی روزوں سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملجاتا ہے۔ پس مسلمانو! اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کیلئے رمضان کے بعد یہ چھ روزے رکھنے کی پوری کوشش اور سعی کرو۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک شش عیدی روزے مکروہ ہیں مگر عام متاخرین حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں اور ان روزوں کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (عالمگیری) +

فطرت

گذشتہ سے پیوستہ

(از جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب عقیل مئوی خطیب جامع کوچین مٹاپخری)

اسی سلسلے میں آپ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعات پر بھی نظر غائر ڈالئے اور غور و تامل کیجئے۔ اولوالعزم انسان کی واقفیت، فہم و فراست، عقل و سمجھ اور علم و دانائی کے درمیان جب اسقدر تفاوت، بونِ بعید اور بعد المشرقین ہے کہ ایک "خرق سفینہ" کو احسان و نیکی سمجھتا ہے اور دوسرا اُسے ظلم و زیادتی کہتا ہے ایک "قتل نفس" کو صواب و مصلحت بتلاتا ہے مگر دوسرا اسی کو منکر اور گناہ و جرم جانتا ہے ایک "اقامۃ جدار" میں ہی حکمت و دانائی مضمر سمجھتا ہے لیکن دوسرا اسی پر اُسے الزام دیتا اور ناانصاف ثابت کرنیکو تیار ہوجاتا ہے، حالانکہ وہ خود متعلم و شاگرد کی حیثیت سے آیا ہے اور اسے اسکا پورا یقین ہے کہ میرے علم سے حضرت خضر علیہ السلام کا علم بلاریب زیادہ ہے ان کی عقل و دانائی اور فہم و فراست، قطعاً میری عقل و دانائی اور

فہم وفراست پر فوقیت وبرتری رکھتی ہے اور محض اسی کے تجربہ ومشاہدہ کیلئے خدا نے مجھے ان کے پاس بھیجا بھی ہے عقل وانصاف کا مقتضا یہ تھا کہ ایسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموشی سے حضرت خضر علیہ السلام کے حرکات وسکنات اور افعال واعمال کو پوری عقیدتمندی سے بغور تامل دیکھتے اور اسکی صحت وصداقت پر یقین کرتے کیونکہ معبود برحق نے خود حضرت خضر علیہ السلام کی شخصیت قبل ہی سے یوں بیان فرمادی تھی "اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" لیکن بشری کمروزی اور ضعف انسانی کے ماتحت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے افعال واطوار پر یکے بعد دیگرے خلاف عزم واقرار اعتراضات کی بھرمار شروع کردی جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ "هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ" غور کیجئے یہ تو دو مخلوق برگزیدہ خدا کے مابین فہم وفراست اور علم وعقل کی کیفیت اور اس کے دلخراش نتیجہ کی حالت ہے پھر بھلا خالق ومخلوق مالک ومملوک اور حادث وقدیم کے درمیان علم وعقل، حکمت ومصلحت اور فہم وادراک کے فرق کی کیا کیفیت اور اس کے نتیجہ کی کیا حالت ہوگی۔ "فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"

ہاں ابھی تک تو حدیث نبوی ہی کے پرکھنے کیلئے روایت کیساتھ ساتھ درایت کی بھی قید لگائی جاتی تھی لیکن اب قرآن خداوندی کے جانچنے کیلئے بھی عقل کی کسوٹی تیار کی گئی ہے اور نہ معلوم کتنی آیتیں کتنے واقعات قرآنیہ کتنے احکامات الہیہ اور کتنے معجزات فرقانیہ اس خودساختہ کسوٹی پر کسنے کے بعد بیکار ومعطل اور کھوٹے قرار دیکر ناقابل اعتماد واعتبار اور باطل وغلط ٹھیرا دیے گئے ہیں ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں + تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

حضرت حالی مرحوم نوراللہ مرقدہٗ نے کیا خوب مطابق واقعہ فرمایا ہے ؎

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں + ہوا جلوہ گر حق زمین وزماں میں + رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں + وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی + خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

اسی کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہی فرمادیا تھا کہ "یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القراٰن الا رسمہ"

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اسی کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ "مسلماناں درگور ومسلمانی درکتاب" ؎

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر + بہشت دیگر وابلیس دیگر آدم دیگر

کہا جاتا ہے کہ اسلام نام ہے "فطرت" کا اور "فطرت" ہمیشہ عقل کے مطابق ہی ہوتی ہے جو اگر ہر انسان کے اندر نہیں تو ہر کلمہ گو کے اندر تو ضروری اور بدیہی طور پر موجود ہے اور ہر کلمہ گو اس اپنی "فطرت" اور "عقل" کے مطابق اپنا اسلام خود تیار کرسکتا ہے اس کے لئے نہ خدا کی ضرورت ہے اور نہ ہی رسولؐ کی، نہ تو قرآن کی حاجت ہے اور نہ ہی حدیث کی یہ سب قرآن وحدیث اور اجماع وفقہ وغیرہ تو صرف مولویوں کے ڈھکوسلے اور کمانے کھانے کی ترکیبیں ہیں"

اس قاعدہ مخترعہ کے ماتحت گویا آج اسّی کروڑ کلمہ گو کا اسّی کروڑ اسلام ہو تو کوئی حرج ومضائقہ نہیں مزید براں سب کے سب عنداللہ بلکہ من جانب اللہ حق پر اور اسلام وصداقت پر بھی ہیں کیونکہ کلمہ گو موجود ہیں ؎

شعلے بھڑک کے اٹھنے لگے دل کے داغ سے ✣ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یقیناً موجودہ بالا صورت وحالت میں احادیثِ نبوی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنا یا آیات قرآنیہ سامنے لانا نہ صرف بیکار وعبث ہے بلکہ خود قرآن وحدیث کی تحقیر وتذلیل بھی ہے لیکن ایک اور صرف ایک خیال "مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ" محرک ہے کہ اس کے متعلق قرآن وحدیث کیساتھ ساتھ واقعات ومشاہدات اور روزمرہ کی کیفیات وحالات سے کچھ پیش کرتے ہوئے اتمام حجت کرکے خود سبکدوشی حاصل کی جاوے "وما علینا الا البلاغ المبین" پس ؎

اگر فرصت ملی ہو غیر کی باتوں کے سننے سے ✣ ہماری بات بھی سُن لیجئے حضرات تھوڑی سی

سنئے اور غور وتامل سے سُنئے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" لازم پکڑو خدا کی "فطرت" کو کہ پیدا کیا خدا نے لوگوں کو اس پر"

اب سوال یہ ہے کہ خداوند کریم نے لفظ "فطرت" کس معنی کیلئے استعمال فرمایا ہے؟ سب سے پہلے ہم نے لغت دیکھی تو "فطرت" کے یہ معانی نکلے "الصفة التي[۱] یتصف بها کل موجود فی اول زمان خلقتہ[۲] صفة الانسان[۳] الطبیعة[۴] الدین[۵] السنة[۶] الابتداء والاختراع (المنجد ص۶۲) چونکہ کئی معنی ہیں اس لئے ہم کو تذبذب ہوا کہ کونسا معنی فرمان خداوندی میں متعین کریں اسی حالت تذبذب ہی میں ہم نے اردو کی ایک لغت اٹھا کے دیکھی تو لکھا ہے "فطرت" (ع) دانائی۔ آفرینش۔ قدرت، خمیر، ہوشیاری، مکر، فریب، دغا، شرارت، سازش، سانٹھ گانٹھ (سعیدی ڈکشنری ص۴۸۷) یک نہ شد دو شد" یہاں تو اور مشکل پیش آئی۔ مابین متضاد ومتباین معنی نظر آتے ہیں یکایک ہم کو حضرت مولانا ابوالکلام احمد صاحب آزاد مدظلہ العالی کا ایک نظریہ اور فیصلہ کن تحریر دلپذیر کا خیال آیا جو واقعی آب زر سے لکھنے اور موتی سے تولنے کے لائق ہے، مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں" جب کسی کتاب کی نسبت یہ سوال ہو، اس کا مطلب کیا ہے؟ تو قدرتی طور پر ان لوگوں کے فہم کو ترجیح دی جائیگی جنھوں نے خود صاحب کتاب سے مطلب سمجھا ہو۔ قرآن تیئیس[۲۳] برس کے اندر بتدریج نازل ہوا وہ جسقدر نازل ہوتا تھا صحابہ کرام سنتے تھے نمازوں میں دہراتے تھے اور جو کچھ پوچھنا ہوتا تھا خود پیغمبر اسلام (صلعم) سے پوچھ لیتے تھے ان میں بعض افراد خصوصیت کے ساتھ فہم قرآنی میں ممتاز ہوئے اور خود پیغمبر اسلام (صلعم) نے اسکی شہادت دی۔ مذہبی خوش اعتقادی کی بنا پر نہیں بلکہ قدرتی طور پر ان کے فہم کو بعد کے لوگوں کے فہم پر ترجیح ہونی چاہیئے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ بعد کے لوگوں نے اپنے اپنے عہد کے فکری موثرات کے ماتحت نئی نئی کاوشیں شروع کردیں اور صریح سلف کی تفسیر کے خلاف ہر گوشہ میں قدم اٹھا دئیے گئے۔ کہا گیا "سلف ایمان میں قوی ہیں لیکن علم میں خلف کا طریقہ قوی ہے نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز حقیقت مستور ہوتی گئی اور اکثر گوشوں میں ایک صاف بات الجھتے الجھتے بالکل ناقابل حل بن گئی (ترجمان القرآن) ج اول ص۶۸)

پس عبارت بالائے خط مندرجہ بالا کے مطابق ہم کو "فطرت" کا معنی سب سے پہلے رسول مقبول فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص تفسیر میں تلاش کرنا چاہیئے بعدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کی تفاسیر میں۔

لہذا سب سے پہلے ہم نے صحیحین کی ورق گردانی شروع کی جس کے متعلق جمہور علمائے امت کا قطعی اتفاق ہے کہ روئے زمین

عــہ جل جلالہ ؎ بت کریں آرزو خدائی کی۔ شان ہے تیری کبریائی کی۔ (عقیل مئوی کان اللہ لہ)

پر قرآن کریم کے بعد بخاری و مسلم سے زیادہ کوئی دوسری کتاب صحیح نہیں ہے اور وہ اب نے اس دعوے کے ثبوت میں محدثین رحمہم اللہ کی اتنی تصنیفات پیش کرتے ہیں کہ جنھیں اگر ایک انسان اپنی ساری عمر میں دیکھنا چاہے تو مشکل ہے مگر ان جواہر پاروں کی وہی لوگ قدر کریں گے جن کے دل میں واقعی حب رسول وخدا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم ✤ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

آخر ش "جوئندہ یابندہ" خدا کی شان کہ ہم کو "فطرت" اور صرف "فطرت" کی ہی تفسیر میں ایک ایسی جامع اور مکمل حدیث مل گئی جو واقعی اطمینان کے لئے اتنی تشفی بخش، حاذق اور تسکین دہ ہے کہ درحقیقت اس کی موجودگی میں اور کسی چیز کی مطلق ضرورت وحاجت نہیں سنئے اور غور سے سنئے! بخاری و مسلم کی متفق علیہ اور اصح حدیث ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ کَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ یَقُوْلُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (متفق علیہ) یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ کوئی بھی (جن و انس) نہیں پیدا کیا جاتا مگر "فطرت" پر پھر اس کے والدین اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی وغیرہ بنا لیتے ہیں جیسا کہ چوپائے جانور بچے جنتے ہیں۔ مسلّم و مکمل غیر کان کٹے وغیرہ۔ کیا تم نے ان بچوں میں کوئی کان کٹا وغیرہ کبھی بھی دیکھا ہے؟ پھر آپ نے تلاوت فرمایا "اللہ کی فطرت کو لازم پکڑو کہ اللہ نے پیدا کیا لوگوں کو اس پر نہ تبدیلی کرو اللہ کی خلقت میں یہی دین مستقیم و صراط مستوی ہے"۔

حدیث مندرجہ بالا میں چند باتیں قابل غور ہیں جو کہ صاف طور پر متن حدیث سے ثابت ہو رہی ہیں۔ اوّل یہ کہ دنیا کے تمام انس و جن "فطرت" پر ہی پیدا کئے جاتے ہیں۔ دوم یہ کہ ماحول کے اثرات و خارجی دباؤ کے باعث وہ "فطرت" مستقیمہ بدل بھی جاتی ہے چنانچہ حضورؐ نے مثال بھی بیان فرما کر اس کو بخوبی واضح فرما دیا ہے کہ جیسے چوپائے۔ جانور صحیح و سالم اور مکمل پیدا تو ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کے مالک ان کے کان کاٹ کر، ناک چھید کر، بدن پر داغ دیکر اور خصیے وغیرہ نکال کر ان کی خلقت اصلیہ کو تبدیل کر دیتے ہیں، بالکل اسی طرح انس و جن کی "فطرت" قیمہ بھی سرپرستوں کے زیر اثر متغیر و متبدل ہوتی رہتی ہے۔ سوم یہ کہ حضورؐ نے یہ حدیث شریف آیت قرآنی فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا کو نہ صرف ملحوظ خاطر و مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا ہے بلکہ خود آیت شریف کی تلاوت کی ہے تو میں بلا خوف تردید پورے اذعان و یقین کے ساتھ عرض کرونگا کہ حدیث مذکور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کا معنی تو متعین فرما دیا ہے جو مسلم و متفق ہے۔ باقی "فطرت" کے بدلنے کے وجوہات و اسباب اور بواعث تو حضورؐ نے مثالاً چند غیر منحصر بیان فرما دیے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں واقعتاً موجود ہیں مثلاً اس کے والدین کافر، مشرک، فاسق، فاجر، ملحد، نیچری، شیعہ، قادیانی، بہائی، چکڑالوی۔ زندیق، معتزلی اور باطنی وغیرہ بھی تو بنا لیتے ہیں کیا آپ نے فلاسفر ہند حضرت شیخ سعدیؒ کے ان دو مشہور شعروں میں تبدیلی "فطرت" کا کماحقہ مشاہدہ نہیں کیا ہے؟ سنئے اور تدبر و تفکر کو کام میں لائیے ؎